Tauseeq, Volume. 2, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v2i2.21

Received: 07-05-2021
Accepted: 20-09-2021
Published: 31-12-2021

شاہدہ حسن کی شاعری اور آزادرَو تانیثیت، ایک جائزہ

(An overview of Shahida Hassan's poetry and independent feminism)

محمد رفیق*

ڈاکٹر ناہید رحمان**

Abstract

The article covers fundamental ideas of liberal feminism that have been depicted by Urdu Poetess namely Shahida Hassan. She has been impressed by the concepts of political autonomy and freedom. She has reflected Feminist problems such as Honor killing, Economic, Legal, Political and social rights of Pakistani women, who have been fallen victim to terrorism, Social oppression, Gender differences, Social stereotypes and Old customs.

Keywords: Feminist Individualism, Political Autonomy, Honor Killing, Suffrage, Oppression, Stereotypes.

اگر تانیثی شعریات کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ شاعری اور نظریہ کا تاریخی طور پر گہرا ساتھ رہا ہے اور فنونِ لطیفہ میں شاعری انسانی شخصیت کا نمایاں وسیلہ اظہار رہی ہے، معاشرتی اور ثقافتی حقائق کو بیان کرنے میں شاعرہ نے زبان کو ایک وسیلہ اس لیے بنایا ہے کہ وہ معاشرت کا سب سے اہم ادارہ ہے اور جس کے زریعے خیالات اور تصورات کا اظہار کرنا دلچسپ بھی ہے اور انسانی فطرت کے موافق بھی۔ تانیثی شعریات یہ حقیقت سامنے لاتی ہے کہ سماج کے خلاف تنقیدی اور مزاحمتی رویہ کیا ہے اور عورتوں کی زندگیوں کی خاموشی توڑ کر ان کی شناخت اور اظہار کو الفاظ کا جامہ پہناتی ہے وہ صنفی تصورات اور رسومات، روایات اور قانون کے ان پہلوں کو زیرِ بحث لاتی ہے جو پدرانہ نظام کے زیرِ اثر معاشرے کی ساخت کو برقرار رکھنے کے لیے بنائے جا چکے ہیں، ایسے شعریات کا آغاز سُمیری این ہُڑ وانا (BCE 2251 - 2286) اور یونانی سفو (610 - 570 BCE) جیسے قدیم شاعرات سے ہوتا ہے جنھوں نے اپنی نسوانیت کو لفظوں میں بیان کیا تھا لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ شاعرات صرف خالص

* سکالر قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی، پشاور۔

** پروفیسر ڈاکٹر، ناہید رحمان، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی، پشاور۔

نسوانی جذبات اور احساسات کی ترجمانی نہیں کرتیں بلکہ اپنے عہد کو بھی اپنی تخلیقات میں منعکس کرتی ہیں۔ آزاد رَو تانیثت کا آغاز مغرب سے ہوا تھااور مغربی ادبیات میں اس کے ابتدائی خدوخال نمودار ہوئے۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہندوستان سے ہجرت کرنے والی شاعرات ادا جعفری، زہرا نگاہ، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض اور عذرا عباس وغیرہ نے آزاد رَو تانیثیت کے مغربی سرچشموں سے اپنے فکر و فن کو سیراب کیا اور پاکستانی معاشرے میں مغربی افکار و ترجیحات کے مطابق تبدیلی لانے پر کمربستہ ہوئیں اس لیے مذکورہ شاعرات شعری محاسن کو نظرانداز کر کے آزاد خیالی کی ترجمان بنتی چلی گئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرد نقادوں نے بھی ان کو نظرانداز کیا اور ان کی شاعری کی تفہیم قاری کے لیے بھی ممکن نہ رہی۔ لیکن اس کے برعکس آنے والی شاعرات نے مشرقی روایت اور شعری محاسن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شاعری کرنی شروع کر دی اور اپنی متقدمین سے زیادہ کامیاب رہیں۔ ان میں عرفانہ عزیز، شبنم شکیل، پروین فناسید، پروین شاکر، یاسمین حمید، فاطمہ حسن، فاخرہ بتول، شاہدہ لطیف، مسّرت جہاں خٹک، بشرا فرخ اور نوشی گیلانی وغیرہ شامل ہیں۔ گویا اِن شاعرات کے ہاں ایک طرح سے شعری توازن نظر آتا ہے، ان میں ایک نمایاں نام شاہدہ حسن بھی ہے۔

شاہد حسن کے ہاں گہرا سیاسی شعور ملتا ہے اور وہ اپنے اردگرد کے ماحول میں موجود منافقت اور مردوں کی چالاکی کو محسوس کرتی ہیں ۔ہمارے ملک میں سیاسی عدم استحکام اور سیاست میں دوغلے پن نے عورت کے لیے بڑے مسائل پیدا کیے ہیں جن میں وسائل پر ایک صنف کو زیادہ تصرف کا حق حاصل ہے اور عورت معاشی اور سیاسی پس منظر سے غائب ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پاکستان عورت کو بڑی حد تک تعمیر و ترقی کے دائرے سے باہر کر دیا گیا ہے اور گھر سے لے کر پورے ملک میں اس کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ مثلاً گھروں میں نرینہ اولاد پیدا نہ کرنے، بانجھ پن، حقِ وراثت اور تعلیم و تربیت سے محرومی صرف عورت کے حصہ میں آتی ہے اور ملکی سطح پر قانون سازی اور انتظام کاری میں حصہ دار نہ ہونے کی وجہ سے عورت کو اپنے حقوق سے لاعلم اور اختیار سے محروم رکھا گیا ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ دنیا بھر میں سیاسی قیادت میں عورتوں کا حصہ تیس فیصد اور مردوں کا حصہ بہ دستور ستر فیصد ہے، جبکہ پاکستان میں مردوں کی بالادستی کی وجہ سے عورت کو قانون سازی اور سیاست سے عملی طور پر بے دخل رکھا گیا ہے، شاہدہ حسن نے اس معاشرتی دوغلے پن کو اپنی نظم "آسیب" میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

آسیب

"ڈستے رہتے ہیں
میرے گھر کے پیڑوں پر
سانپ نہیں رہتے
چہرے رہتے ہیں !!(۱)

ادا جعفری، شاہدہ حسن، شاہدہ لطیف، شبنم شکیل اور عرفانہ عزیز کی شاعری میں حب الوطنی ایک نمایاں موضوع کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے ان شاعرات کے ہاں آنگن کا استعارہ بڑی کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ ایک مثالی معاشرے میں قانون کی بالادستی،

سماجی انصاف اور تعلیم و تربیت کے جاری عمل کو اساسی خصوصیات کے طور پر تصور کیا جاتا ہے لیکن عورت ایک انسان ہونے کے ناطے دیگر سہولیات کے ساتھ آزادی کی طلب گار رہتی ہے جس سے مراد شادی میں اُس کی مرضی کا شامل ہونا، تشدد سے نجات پانا ،احترام اور توقیر کی حامل ہونا، قانونی اور سیاسی حقوق کا علم رکھنا، معاش کے وسائل رکھنا، تعلیم و ملازمت میں برابر حصہ رکھنا اور عزت واحترام کی زندگی گزارنا وغیرہ شامل ہے، شاہدہ حسن نے اِس مثالی معاشرے کا ذکر اپنی نظم "کون سا دن اپنا ہو گا؟" میں یوں کیا ہے:

کون سا دن اپنا ہو گا؟

"اِن سبز گھنے اشجار تلے
سنّاٹوں کے انبار تلے
یہ پھول کسے مہکائیں گے
کس سمت یہ رستے جائیں گے
کس شاخ کی شیتل بانہوں میں
چمکے گا یہ تارہ ساتن
اس خواب کی پیاسی مٹی پر
آباد رکھوں گی کِس کا گھر
کس صبح، شگوفہ وا ہو گا
کب ؟ کون سا دن؟ اپنا ہو گا" (۲)

۱۸۰۰ء سے ۱۸۹۳ء تک مغربی عورت نے اپنی شناخت، حقِ رائے دہی، جائیداد و میراث کے حقوق، تعلیم و تربیت اور ملازمت جیسے حقوق کے لیے بھرپور تحریک چلائی تھی جبکہ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۵۰ء تک سیاست میں حصہ داری، انتظامِ حکومت میں نمائندگی اور آزادانہ حقِ رائے دہی کے استعمال جیسے اہم مطالبات اور حقوق کے لیے جدوجہد جاری رکھی تھی، پس ۱۸۰۰ء سے لے کر ۱۹۵۰ء تک کا عرصہ آزادرَو تانیثہ یت کا مغربی دور کہا جاتا ہے جس میں عورت نے اپنے آپ کو مرد سے ایک الگ انسان ہونے کی حیثیت سے منوالیا تھا۔ آزادرَو تانیثیت نے عورت کی آزادی پر نمایاں زور اس لیے دیا ہے کہ عورت کی فطرت ہشت پہلو ہے اور چھوٹے سے چھوٹا امر بھی اس کی نظر سے غائب نہیں ہوتا لیکن ایک انسان ہونے کی حیثیت سے مرد نے اسے صرف ایک ملازمہ ہی تک محدود کر دیا ہے جو کہ عورت کی وُسعتِ نظر اور فطرت کے سراسر خلاف ہے، شاہدہ حسن نے اسی فلسفیانہ نکتہ کو اپنی نظم "کون کہاں ہے؟" میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک عورت کی زندگی حسن، شور اور نظر کی تکون سے عبارت ہے، حسن تو دن اور رات کی محنت اور مشقت سے ماند پڑ جاتا ہے جبکہ سانس لینا خود تھکا دینے والا ایک عمل ہے لیکن عورت کی خُوشی سسرال کو خوش کرنے، خاوند کو کھلانے، بچے

کی چیخ یا کھلنڈرے پن کی نذر ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی اس کے دل کے آنگن میں بچھڑے ہوئے محبوب کی یادیں بھی سر اُٹھاتی ہیں یعنی حسن، شور، نظر، خوشی اور جدائی میں عورت کی اپنی مرضی نہیں ہوتی، گویا ایک پدر سری نظام میں عورت کی آزادی مرد کی مرضی کی تابع ہے۔ اپنی نظم میں شاعرہ یوں اس دکھ کا اظہار کرتی ہیں:

کون کہاں ہے؟

حُسن کہاں ہے؛
تازہ دُھوپ کی خوشبو میں
یا ضدّی رات کے گیلے تکیے پر!
شور کہاں ہے!
دل کے لمبے آنگن میں
یا عُمر کی آدھی سیڑھی پر!
آنکھ کہاں ہے!
میکے کے سونے دالان میں
یا خاوند کے ہاتھ میں ٹھنڈی چائے کی پیالی پر!
خوشی کہاں ہے!
بیٹے کی کلکاری میں
یا بچھڑے ہوئے محبوب کی یادوں میں! (۳)

شاہدہ حسن کی نظم "المیہ" میں شور کی آلودگی کو موضوع بنایا گیا ہے لیکن در حقیقت گھر، چار دیواری اور آنگن بنیادی طور پر سیاسی تلازمات ہیں جن کا دائرہ فکر ہمارے پیارے ملک کے امن اور سلامتی اور سیاسی استحکام کے گرد گھومتا ہے، شاعرہ نے یہ المیہ اجاگر کیا ہے کہ ایک تو لا قانونیت، قانون شکنی اور بدامنی کے سبب ملک کا سکون غارت ہو چکا ہے اور دوسرا چادر اور چار دیواری کا تحفظ بری طرح پامال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان سانحات کا براہِ راست اثر عورت پر پڑتا ہے جو مردوں کی انانیت کی بھینٹ مفت میں چڑھ جاتی ہے اور پاؤں تلے اس کا تقدس روندا جاتا ہے اسی المیہ کو شاعرہ نے یوں نظم کیا ہے:

المیہ

"بے دیوار ہیں گھر
چین سے کوئی سو نہیں سکتا
کیوں انگنائی میں؟
کیا بازار ہیں گھر؟" (۴)

جب سیاسی عدم استحکام اور جاگیر دارانہ جبر کی وجہ سے انفرادی آزادی پر قدغن لگتی ہے تو معاشرتی اور سماجی ترقی کی رفتار خود بہ خود رُک جاتی ہے اور ہر سو بے چینی اور اضطراب کا آغاز ہوتا ہے۔ملک کی بدامنی انفرادی نفسیات کو بھی تباہ کر دیتی ہے جس کی مختلف صورتیں انتہاپسند رویوں کا روپ دھار لیتی ہیں۔ایسی صورتحال میں ایک طرف انفرادی آزادی کو ختم کیا جاتا ہے اور دوسری طرف کسی شہری کا جینا مشکل اور موت ارزاں ہو جاتی ہے، نقل مکانی، مہاجرت اور تنہائی کے بھوت انسانی بستیوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔شاہدہ حسن نے بدامنی اور سیاسی عدم استحکام کو اپنی غزلوں میں بھی پیش کیا ہے، چند شعر ملاحظہ فرمائیں:

؎ خبر کیا خواہش تعمیر تجھ کو
مکاں کن آندھیوں سے ہل رہا ہے(۵)

؎ سرِ منزل ابھی حیراں کھڑی ہوں
سکوں پایا تو مسکن کھو گیا ہے

؎ ہوا بھی مِل رہی ہے فاصلوں سے
جو میرے گھر کا آنگن کھو گیا ہے(۶)

؎ روگ بننے لگا اب خانہ نشینی کا عذاب
گھر بنا یا ہی تھا کیوں پاؤں میں گر چکر تھے(۷)

؎ یہ راستے کسی قیام کا پتہ تو دیں مجھے
عین بے مکان شہر میں سنبھل رہی ہوں کس طرف(۸)

مہاجرت اور نقل مکانی ایک عالم گیر مسئلہ ہے جو سیاست سے جُڑا ہوا ہے اور جنگ وجدل یا خانہ جنگی کے نتیجے میں دنیا کے بیشتر ممالک اس مسئلہ سے تقریباً ایک صدی سے دوچار ہیں لیکن دورِ جدید میں اِس کی بنیادی وجوہات میں بین القوامی سرمایہ دارانہ پدر سری نظام کی سامراجیت ہے آج جنگ کی ایک اور شکل سامنے آئی ہے جس کے مطابق کسی ملک میں بدامنی پیدا کروائی جاتی ہے اور وہ ملک سیاسی عدم استحکام کی وجہ اپنے وسائل پر اختیار رکھنے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔شاہدہ حسن ایک ایسی شاعرہ ہیں جو آزادرَو تانیثت کے بنیادی موضوعات سیاسی خودمختاری اور انفرادی خودمختاری کو نظم اور غزل دونوں میں کمالِ فن سے بیان کرنے پر قدرت رکھتی ہیں۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا خیال ہے:

" شاہدہ حسن کے کلام کا مطالعہ بتاتا ہے کہ شاعرہ کا ذہنی اُفق خاصا وسیع ہے اور اُفق پر رنگ و نُور کی جو دلربا قوس قزح نظر آ رہی ہے وہ مشرق و مغرب دونوں کیلئے مستفیض ہے لیکن بحیثیت مجموعی مشرقیت کا اثر بہت گہرا اور نمایاں ہے۔ اس میں مہاجرت و مسافرت، تنہائی کا خوف اور احتجاج و انحراف کی وہ لہر بھی نظر آتی ہے جو اس وقت کے سارے باشعور شاعروں کے ہاں موجود ہے"(۹) (۱۰)

پاکستانی اُردو شاعرات نے عورتوں کے مسائل کی عکاسی کے علاوہ بچوں کے مسائل خصوصاً جبری مشقت اور قتل کو بھی موضوع بنایا ہے اور اس سلسلہ میں کئی ایک شاعرات نے احتجاجی رویہ اپنایا ہے۔ عرفانہ عزیز، پروین شاکر، شاہدہ لطیف، شبنم شکیل اور شاہدہ حسن کے ہاں بچوں پر ہونے والے مظالم سے متعلق نظمیں موجود ہیں شاہدہ حسن کی نظم "شناخت" بھی اسی تناظر کی ایک کڑی ہے۔ آزادرَو تانیثیت عورتوں کی آزادی کے ساتھ بچوں کی آزادی کو بھی اہمیت دیتی ہے کیونکہ دونوں مجبور طبقات ہیں اور ان کی آزادی اور خود مختاری کو قانون سازی کے ذریعے یقینی بنانا چاہتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اقوام متحدہ کے زیر اثر بچوں کے حقوق کا عالمی معاہدہ ۱۹۹۰ء میں عمل میں آیا تھا جس کے مطابق اٹھارہ سال سے کم بچے کو نابالغ تسلیم کیا گیا ہے اور بچوں کے تمام انسانی حقوق کو جن میں دفعہ نمبر دو سے لے کر دفعہ نمبر اکتالیس تک بچوں کے بنیادی حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ چنانچہ بچوں کو ذہنی کوفت، جنسی استحصال، جبری مشقت، بدسلوکی، عدم تفریح اور دیگر معاشرتی جبر کی اقسام سے بچانے کا عہد کیا گیا ہے اور رکن ممالک کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ بچوں کے تمام حقوق کو یقینی بنائیں اور ان کو ہر طرح کے مظالم سے بچانے کے لیے قانون سازی کریں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں بچوں کو کتابوں اور کھلونوں کی بجائے محنت اور روزی کمانے کے اوزار تھمائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ان کا بچپن روزی کمانے اور در بدر کی ٹھوکریں کھانے میں بیت جاتا ہے اور وہ قوم کے صحت مند افراد بننے کی بجائے ایک طرح کی اداس نسل بن جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بچے مستقبل کی نسل اور بچیاں کسی قوم کی شناخت ہوتی ہیں جس سے کسی قوم کی معاشرت کا تعین کیا جاتا ہے، جب بچوں کو سماجی حقوق سے بچپن ہی میں محروم کر دیا جاتا ہے تو وہ قوم بھی بے چہرگی کا شکار ہو کر اپنی شناخت کھو بیٹھتی ہے۔ شاہدہ حسن نے اس المیہ کو اپنی نظم "شناخت" میں ان الفاظ میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے:

شناخت

" بچّے کی آنکھوں سے تارہ ٹوٹا ہے!
ننّھے مُنّے ہاتھوں سے گرِ کر یہ کھلونے
ٹُوٹ گئے تو
سوچ رہی ہُوں!!
کِس کا چہرہ
ٹوٹا ہے؟ (۱۱)

قیامِ پاکستان کے بعد پوری قوم کی یہ توقع تھی کہ پاکستان کو ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست بنایا جائے گا لیکن اندرونی خلفشاروں اور قیادت کے بحرانوں نے ایسا نہیں ہونے دیا اور ہر آنے والی نسل پچھلی نسل سے زیادہ مایوس دکھائی دینے لگی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اندرونی اور بیرونی سازشوں کی وجہ سے ایک زندہ اور پائندہ قوم بنانے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور آج حال یہ ہے کہ تمام نسلوں کے درمیان دُوری پیدا ہو چکی ہے اسی سانحہ کو شاہدہ حسن نے اپنی ایک اور نظم "ایک سوال" میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن اپنی شاعری میں جگہ جگہ وہ پاکستانی نسلوں کے درمیان فرق کا سوال بار بار اُٹھاتی ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتی ہیں کہ مادرِ وطن کی گود کی خوشبو ہی پاکستانی قومیتوں کو یک جا رکھنے میں اہم ترین کردار ادا کرتی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کو اپنے گھر یا وطن سے محبت کرنے کا سلیقہ سکھایا جائے، ان کی نظم "اپنے گھر کا دُکھ" اسی موضوع پر لکھی گئی ہے ملاحظہ ہو:

اپنے گھر کا دُکھ
کس کو دیں الزام؟
مٹی سے، اس عہد کے بچّے
پیار نہیں کرتے
مٹی کے ہیں دام!! (۱۲)

تمام تانیثی نظریات اور مکتب ہائے فکر کا اگر موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آزادرَو تانیثیت ایک طرح کی ایک اصلاحی تانیثیت ہے جو فکر کی آزادی اور انسان کی آزادی کو اس لیے اہمیت دیتی ہے کہ ایک آزاد مگر ذمہ دار اور غیر جانبدار شہری کے تصورات کو تمدنی فکریات کا حصہ بنایا جائے اور ہر انسان کو یکساں اہمیت دینے کی ترغیب عام ہوں، خصوصاً معاشرے کے پسماندہ طبقات یعنی خواتین اور بچوں کو ایک آزاد انسان کے لقب سے نوازا جائے تا کہ ان کو محرومی، عدم مساوات اور احساسِ کمتری کے دائروں سے نکالا جا سکے، یہی پیغام اُردو کی اُن تمام شاعرات کے ہاں یکساں طور پر ملتا ہے جنھوں نے انسانی حقوق، سیاسی خود مختاری اور انفرادی خود مختاری کو اپنے فکر و فن کا بنیادی موضوع بنایا ہے ان میں بعض شاعرات نے کھل کر بات کی ہے تو بعض نے پختہ کاری کا ثبوت دے کر غزل کے ایمائی لب و لہجہ میں آزاد خیال فکری تانیثی تازہ کاری کا اُسلوب متعارف کرایا ہے اس حوالے سے شاہدہ حسن کے اُسلوب پر رائے دیتے ہوئے احمد ہمدانی نے لکھا ہے کہ:

> "شاہدہ حسن ایک ایسی ہی شاعرہ ہیں جن کے یہاں شاعرانہ زبان فطری طور پر وجود میں آئی ہے۔ ان کا مقصد اوٹ پٹانگ لفظ لکھ کر لوگوں کو چونکانا نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کے اپنے جذبات و احساسات اور ان کے اپنے خیالات و تصورات، اظہار کے پیرائے خود تراشتے ہیں۔ اظہار اُن کے ان پیرایوں میں اُن کا اپنا احساس دوسروں کے احساس سے مکالمہ کرتا نظر آتا ہے" (۱۳)

ایک منفرد تانیثی اُسلوب کے علاوہ شاہدہ حسن نے اپنی غزل میں ملک کے اندرونی حالات، سیاسی اتار چڑھاؤ، جاگیر دارانہ جبر و استبداد اور پدر سرانہ قدغنوں کو موضوع بنایا ہے اور مختلف علامات مثلاً کھلونا، صبح و شام، چڑیا، پھول، خواب، شجر، ہوا، رہ گزار اور تارے وغیرہ کو داخلی اجتماعی حبس کے اظہار کے لیے استعمال کی ہیں اُن کی غزل میں ایک طرح سے تہہ داری اور ہلکا ابہام پایا جاتا ہے لیکن وہ عورت ذات کی زیر دستی اور کمزور حیثیت کو بھول نہیں پاتیں، مثلاً غزل کے درجہ ذیل شعر اس حوالے سے قابلِ توجہ ہیں:

ے تمام شہر نے جو ہاتھ میں اُٹھالی ہے
کدھر چلے گی یہ تلوار دیکھتے ہیں ابھی(۱۴)

ے اونچی ہے بہت فصیل اُن کی
معمار ہیں معتبر تمہارے(۱۵)

ے لہو کی لاکھ گواہی پہ بھی یہ تہمت ہے
کہ اس زمین سے رشتے مرے نئے ہیں ابھی(۱۶)

ے پُرکھوں کی دُعا کا معجزہ ہے
اب تک یہ چراغ جل رہا ہے(۱۷)

ے خسارہ اور ہی ہوتا تھا بے گھری کا مگر
مجھے مکان میں رکھتا ہے بے مکاں کوئی(۱۸)

ے بہت دن ہوگئے بُنیاد رکھّے
بس اب اے خواہشِ تعمیر، گھر دے(۱۹)

ے تعمیر بام و در میں ہوئی دیر اس قدر
گھر بن گیا تو گھر کی ضرورت نہیں رہی(۲۰)

ے تنا ہوا ہے سروں پر عذاب پت جھڑ کا
ابھی کہاں سے کوئی سایۂ شجر میں رہے(۲۱)

سیاسی عدم استحکام، بحرانی کیفیات، مہاجرت اور دربدری کے عذاب کے علاوہ شاہدہ حسن کی غزلوں میں سیاسی اور قانونی کوتاہیوں کی طرف بھی اشارے کیے گئے ہیں جن کا مقصد عوام اور سیاسی قیادت کو آئینہ دکھانا ہے اور اُن کو اپنے افعال و کردار اور مجموعی رویوں پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دی گئی ہے، شاہدہ حسن کا سیاسی شعور ہنگامی اور وقتی نہیں ہے بلکہ آفاقی ہے اور پاکستان کے ماحول کی رُوح کو غزل کی نئی تراشیدہ اور زندہ علامتوں میں بیان کرنا ہے، اس حوالے سے ان کے غزلیہ اشعار گہرے غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ان کی غزل قیامِ پاکستان کے بعد مشہور شاعرات کی غزل سے مختلف بھی ہے اور منفرد بھی۔ جہاں تک ان کے سیاسی فہم و ادراک کا تعلق ہے تو وہ سیاست قیادت اور عوام دونوں کو ان بحرانوں کا ذمہ دار ٹھہراتی ہیں جو نصف صدی میں عرضِ پاکستان کو پیش آئے ہیں، وہ فرماتی ہیں:

؎ تعبیر سے خواب کے نگر تک
اب نصف صدی کا فاصلہ ہے(۲۲)

؎ صدا بھی دیتے نہیں اب یہاں صداؤں پہ لوگ
کسے خبر ہو کہ زندہ کوئی بچا بھی ہے(۲۳)

؎ کُھلے کسی سے کبھی بارشوں کا اسم یہاں
کہاں تلک یہ زمیں دستِ بے ہنر میں رہے(۲۴)

؎ کیا عجب عہدِ تیرگی ہے کہ یاں
روشنی، روشنی کو کھاتی ہے(۲۵)

شاہدہ حسن کے ہاں عورت کا تصور انفرادی آزادی سے محرومی اور بنیادی حقوق کے غصب کئے جانے سے عبارت ہے۔ایک پدر سرانہ جاگیرداری نظام کو برقرار رکھنے کے لیے عورت کے تحفظ کے لیے قوانین وضع نہیں کیے جاتے اور قانون ساز اداروں میں ایک بالادست ذہنیت کے غلبہ کی وجہ سے عورت کو وہ حقوق بھی میّسر نہیں ہوتے جو بہ حیثیتِ انسان اس کا بنیادی اور تسلیم شدہ حقوق ہیں، عورت کو نہ سیاست میں نمائندگی دی جاتی ہے اور نہ پالیسی ساز اداروں میں۔اس وجہ سے تقریباً تمام پاکستانی اُردو شاعرات نے احتجاجی اور مزاحمتی رویوں کا اظہار کیا ہے لیکن شاہدہ حسن نے قدیم اور جدید غزل کی روایات کو ہم آہنگ کرتے ہوئے عورت کے سیاسی اور قانونی حقوق کے لیے ایک منفرد آواز اٹھائی ہے مثلاً چند شعر ملاحظہ ہو!

؎ خموشیوں ہی سے مشروط ہے جنم میرا
سو میری راکھ سے اُٹھتا نہیں دھواں کوئی(۲۶)

؎ وہاں تو ایک کرن ناؤ بن گئی اور میں
چراغ ہاتھ میں لے کر بھی بے کنار رہی(۲۷)

؎ میں نے اُن سب چڑیوں کے پر کاٹ دیے
جن کو اپنے اندر اڑتے دیکھا تھا(۲۸)

؎ مہر لگی ہے میری بند کتابوں پر
لفظوں کے باہر ہے گہرا سنّاٹا(۲۹)

؎ جب شدّتِ نمو سے لہو میں فشار ہے
کُھل جائیں زخمِ لب تو کہاں اختیار ہے(۳۰)

؎ خموش قتل گھوں میں بدل گئے ہیں گھر

کسی کو حکم نہیں شہر میں دہائی کا(۳۱)

ـ مجھے کسی کی گواہی نہیں رہی درکار
لہو سے سُرخ ہے ملبوس میرے بھائی کا(۳۲)

ـ مری زمیں تری خاکِ نمو نہیں مشکوک
یہ سب عذاب یہاں دستِ بے ہُنر کا ہے(۳۳)

ـ بس اک خلعتِ خوش رنگ ہو رہی ہے رفو
تمام شہر کے جامے ہیں تار تار ابھی(۳۴)

ـ لہو کی شب بھی مری تھی، یہ صبحِ خوں بھی مری
میں اپنے شہر کے سب منظروں میں شامل ہوں (۳۵)

تصریحاتِ بالا کے علاوہ شاہدہ حسن نے شاعری میں کربِ آگہی اور عصری شعور کے مختلف زاویے دکھائی دیتے ہیں لیکن میرے نزدیک اُن کی شاعری کی سب سے نمایاں خوبی ایک پدرسری نظام کے مرد کی منافقت کو اجاگر کرنا ہے۔وہ سیاست میں موجود منافقت سے لے کر سماجی اور انفرادی دوغلے پن تک سبھی رویوں کو بیان کرنے پر قادر ہیں، مگر ان کا لہجہ کسی بھی موڑ پر مرد دشمن نہیں بن جاتا بلکہ وہ مرد عورت دونوں کی رفاقت کو معاشرے کی ساخت کے لیے ضروری قرار دیتی ہیں۔ان کا نسائی اُسلوب کشور ناہید، فہمیدہ ریاض اور عذرا عباس کی طرح جارحانہ نہیں بلکہ مدھم اور شائستہ ہے۔وہ مرد کی منافقت کی مختلف کیفیات بیان کرتی ہیں اور بین السطور ان پر طنز کرتی دکھائی دیتی ہیں۔مثلاً ذیل کے چند شعر دیکھ لیجیے:

ـ تو اگر ہے ادھورا پن میرا
ہوں تری زیست کی کمی میں بھی(۳۶)

ـ بعد میں ملتا ہے دُشمن
پہلے تیر چلاتا ہے(۳۷)

ـ کن رستوں پہ چھوڑے اُس نے ہات مرے
گھر بھی نہیں پہنچی اور سورج ڈوب گیا(۳۸)

ـ ساری عمر کا پیچ وخم
اک سایا، اک چشمِ نم(۳۹)

ـ احساں تو ہمیں پہ ہو رہے گا
سایا جو رہے گا سر تمھارے(۴۰)

ـ جس نے مجھے شاخ پہ نہ چاہا
خوشبو مری اُس کے گھر رہی ہے(۴۱)

ـ تمام عمر چلی، پھر بھی کم ہوا نہ کبھی

وہ فاصلہ جو ترے گھر سے میرے گھر کا ہے(۴۲)

منافقوں سے میں کب تک مکالمہ کرتی
زباں کو رہن نہ رکھتی اگر تو کیا کرتی(۴۳)

تمام شہر میں زندہ سماعتوں کا ہے قحط
کسے پکارتی اور کس کو ہم نوا کرتی(۴۴)

شاہدہ حسن مرد کے منافقانہ رویوں کو اس لیے اجاگر کرتی ہیں تا کہ وہ عورت کی وفا، خلوص اور اپنے خاندان سے محبت کو واضح کر کے مرد اغلب معاشرہ میں توازن پیدا کیا جائے، اسی تناظر میں وہ پدر شاہی نظام کی فرسودہ روایات مثلاً عورت کے خمیر میں بے وفائی ہے، گھوڑے، تلوار اور عورت پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے یہ جس کے ہاتھ میں ہو اس کا دم بھرتے ہیں، عورت ذات مرد کی وفادار ہو ہی نہیں سکتی اور جب بھی عورت کے پاس جاؤ تو اپنا دُرّہ مارپیٹ کے لیے ساتھ لے جایا کرو وغیرہ وغیرہ۔شاہدہ حسن نے عورت کی وفا اور محبت کو مختلف حوالوں سے اپنے غزلیہ اشعار میں اتنی خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ اُردو شاعری ان پر بجا طور فخر کر سکتی ہے۔

حوالہ جات

۱ شاہدہ حسن، ایک تارا ہے سرہانے میرے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۳۲
۲ ایضاً ص ۸۲
۳ ایضاً ص ۱۲۷
۴ ایضاً ص ۱۷۶
۵ ایضاً ص ۱۹۲
۶ ایضاً ص ۲۰۶
۷ ایضاً ص ۶۴
۸ ایضاً ص ۷۰
۹ ایضاً ص ۹۱
۱۰ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، شاعرات، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۹۶
۱۱ شاہدہ حسن، ایک تارا ہے سرہانے میرے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۱۹۲
۱۲ ایضاً ص ۲۰۶
۱۳ احمد ہمدانی، چہار سو (مدیرِ اعلیٰ سید ضمیر جعفری)، راولپنڈی، مضمون جنتِ الفاظ کی معمار شاعرہ خصوصی شمارہ، شاہدہ حسن نمبر، جلد نمبر ۱۱، ۲۰۰۲ء، ص ۲۸
۱۴ شاہدہ حسن، ایک تارا ہے سرہانے میرے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۱۰۸
۱۵ ایضاً ص ۱۱۰
۱۶ ایضاً ص ۱۰۷
۱۷ ایضاً ص ۲۱۵

۱۸ ایضاً ص۲۲۰

۱۹ ایضاً ص۲۲۱

۲۰ ایضاً ص۲۳۵

۲۱ ایضاً ص۲۲۷

۲۲ ایضاً ص۲۱۵

۲۳ ایضاً ص۲۲۴

۲۴ ایضاً ص۲۲۷

۲۵ ایضاً ص۲۳۰

۲۶ ایضاً ص۲۱۹

۲۷ ایضاً ص۱۱۱

۲۸ ایضاً ص۳۷

۲۹ ایضاً ص۴۷

۳۰ ایضاً ص۱۴۳

۳۱ ایضاً ص۱۷۸

۳۲ ایضاً ص۱۷۸

۳۳ ایضاً ص۲۰۸

۳۴ ایضاً ص۲۳۲

۳۵ ایضاً ص۲۴۱

۳۶ ایضاً ص۳۸

۳۷ ایضاً ص۶۶

۳۸ ایضاً ص۴۷

۳۹ ایضاً ص۹۳

۴۰ ایضاً ص۱۱۰

۴۱ ایضاً ص۱۸۵

۴۲ ایضاً ص۲۰۸

۴۳ ایضاً ص۲۳۷

۴۴ ایضاً ص۲۳۷

References

1 Shahida Hasan,Ik Tara Hain Sarhane Mere, Lahore,Al-Hamd Publishers, 1995, Page#32

2 IBID Page# 82

3 IBID Page# 127

4 IBID Page# 176
5 IBID Page# 192
6 IBID Page# 206
7 IBID Page# 64
8 IBID Page# 70
9 IBID Page# 91
10 Farman Fateh Puri, Dr, Shairat,Lahore, Al Waqar Publications, 2009, Page# 96
11 Shahida Hasan,Ik Tara Hain Sarhane Mere, Lahore,Al-Hamd Publishers, 1995, Page#192
12 IBID Page# 206
13 Ahmad Hamadani, Char So,JannateAlfazkiMaemarShaera,Rawalpindi, Shahida Hasan, V11, 2002, Page 28
14 Shahida Hasan,Ik Tara Hain Sarhane Mere,Lahore, Al-Hamd Publishers,1995, Page#108
15 IBID Page# 110
16 IBID Page# 107
17 IBID Page# 215
18 IBID Page# 220
19 IBID Page# 221
20 IBID Page# 235
21 IBID Page# 227
22 IBID Page# 215
23 IBID Page# 224
24 IBID Page# 227
25 IBID Page# 230
26 IBID Page# 219
27 IBID Page# 111
28 IBID Page# 73
29 IBID Page# 74
30 IBID Page# 143
31 IBID Page# 178
32 IBID Page# 178
33 IBID Page# 208
34 IBID Page# 232
35 IBID Page# 241
36 IBID Page# 38
37 IBID Page# 66
38 IBID Page# 74
39 IBID Page# 93
40 IBID Page# 110
41 IBID Page# 185
42 IBID Page# 208
43 IBID Page# 237
44 IBID Page# 237